

سُبْحَانَ اللَّهِ پڑھنے کے فوائد اور برکات

(تقریر نمبر 1)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۚ أَلْبَدُ الْبَدُءِ ۚ وَسُوءُ الْمَقْدُورِ ۚ وَالسَّلَامُ الْمُؤْمِنِ ۚ الْبُهَيْمِ ۚ الْعَزِيزِ ۚ الْجَبَّارِ ۚ الْبُتْكَبَرِ ۚ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ۔ (الحشر: 24)

یعنی وہی اللہ ہے جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ وہ بادشاہ ہے، پاک ہے، سلام ہے، امن دینے والا ہے، نگہبان ہے، کامل غلبہ والا ہے، ٹوٹے کام بنانے والا ہے (اور) کبریائی والا ہے۔ پاک ہے اللہ اُس سے جو وہ شرک کرتے ہیں۔

جو ہمارا تھا وہ اب دلبر کا سارا ہو گیا
 آج ہم دلبر کے اور دلبر ہمارا ہو گیا
 شکر اللہ مل گیا ہم کو وہ لعل بے بدل
 کیا ہوا گر قوم کا دل سنگ خارا ہو گیا

معزز سامعین! مجھے آج سُبْحَانَ اللَّهِ کہنے کی ضرورت، اُس کی اہمیت اور برکات پر روشنی ڈالنی ہے۔

سُبْحَانَ اللَّهِ کے معانی ہیں کہ اللہ پاک ہے اور اسے اس وقت بولا جاتا ہے جب کسی کی تعریف کرنی مقصود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی پیاری کتاب قرآن کریم میں سُبْحَانَ اللَّهِ کے الفاظ کو متعدد مقامات پر استعمال فرمایا ہے۔ اور سورۃ الحشر کی آیت کے علاوہ سُبْحَانَ اللَّهِ والی آیات یہ ہیں:

قُلْ هَذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللَّهِ عَلَى بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي ۖ وَسُبْحَانَ اللَّهِ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ۔ (یوسف: 109)

یعنی تو کہہ دے کہ یہ میرا راستہ ہے۔ میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں۔ میں بصیرت پر ہوں اور وہ بھی جس نے میری پیروی کی اور پاک ہے اللہ اور میں مشرکوں میں سے نہیں۔

پھر فرماتا ہے۔

فَلَمَّا جَاءَهَا نُودِيَ أَنْ تُبَدِّلَ مَنَ فِي النَّارِ ۖ وَصَوَّلَ ۖ وَجْهَهَا ۖ وَسُبْحَانَ اللَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ۔ (النمل: 9)

پس جب وہ اس کے پاس آیا تو نِدِ ادی گئی کہ برکت دیا گیا ہے جو اس آگ میں ہے اور وہ بھی جو اس کے ارد گرد ہے اور پاک ہے اللہ تمام جہانوں کا رب۔ ایک اور جگہ پر فرمایا۔

أَفَرَأَيْتُمُ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ ۖ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ۔ (الطور: 22)

کیا ان کے لئے اللہ کے سوا بھی کوئی معبود ہے؟ پاک ہے اللہ اس سے جو وہ شرک کرتے ہیں۔

پھر فرماتا ہے۔

وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ ۚ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ ۚ سُبْحَانَ اللَّهِ وَتَعَلَّىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ۔ (القصص: 69)

یعنی تیرا رب جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور (اُس میں سے) اختیار کرتا ہے اور اُن کو کوئی اختیار حاصل نہیں۔ پاک ہے اللہ اور بہت بلند ہے اُس سے جو وہ شرک ٹھہراتے ہیں۔

ایک اور مقام پر سُبْحَانَ اللَّهِ کا استعمال یوں فرمایا۔

مَا اتَّخَذَ اللَّهُ مِنْ وَلَدٍ وَمَا كَانَ مَعَهُ مِنْ إِلَهٍ إِذْ أَذَّاهَبَ كُلُّ إِلَهٍ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَّ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُصِفُونَ۔ (المؤمنون: 92)

کہ اللہ نے کوئی بیٹا نہیں اپنایا اور نہ ہی اس کے ساتھ کوئی اور معبود ہے۔ ایسا ہوتا تو یقیناً ہر معبود اپنی مخلوق کو لے کر الگ ہو جاتا اور ضرور ان میں سے بعض بعض دوسروں پر چڑھائی کرتے۔ پاک ہے اللہ اُس سے جو وہ بیان کرتے ہیں۔

سامعین! پھر ذکر ہوتا ہے۔

لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا فَسُبْحَانَ اللَّهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يُصِفُونَ۔ (الانبیاء: 23)

یعنی اگر ان دونوں میں اللہ کے سوا کوئی معبود ہوتے تو دونوں تباہ ہو جاتے۔ پس پاک ہے اللہ، عرشِ کارب اُس سے جو وہ بیان کرتے ہیں۔

ایک جگہ فرمایا۔

فَسُبْحَانَ اللَّهِ حِينَ تُمْسُونَ وَحِينَ تُصْبِحُونَ۔ (الروم: 18)

پس اللہ (ہر حال میں) پاک ہے اُس وقت بھی جب تم شام میں داخل ہوتے ہو اور اس وقت بھی جب تم صبح کرتے ہو۔

پھر ذکر ہوتا ہے۔

سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُصِفُونَ۔ (الصفات: 160)

کہ پاک ہے اللہ اس سے جو وہ بیان کرتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

كَلِمَتَانِ حَبِيبَتَانِ إِلَى الرَّحْمَنِ خَفِيفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ، ثَقِيلَتَانِ فِي الْبَيْزَانِ، سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ، سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ۔

(صحیح بخاری، کتاب التوحید)

یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”دو کلمے ایسے ہیں جو اللہ تبارک و تعالیٰ کو بہت ہی پسند ہیں جو زبان پر ہلکے ہیں اور قیامت کے دن اعمال کے ترازو میں بہت بھاری

اور باوزن ہوں گے، وہ کلمات مبارک کہ یہ ہیں سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ، سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ“

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی فرماتے ہیں۔

”رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کَلِمَتَانِ حَبِيبَتَانِ إِلَى الرَّحْمَنِ خَفِيفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ ثَقِيلَتَانِ فِي الْبَيْزَانِ سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ۔

فرماتے ہیں دو کلمے ایسے ہیں کہ رحمان کو بہت پیارے ہیں خَفِيفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ زَبَانٍ پر بڑے ہلکے ہیں۔ عالم، جاہل، عورت، مرد، بوڑھا، بچہ ہر شخص ان کلمات کو

آسانی سے ادا کر سکتا ہے۔ اگر تم دو سال کے بچہ کو وہ کلمات سکھانا چاہو تو وہ بھی ان کو سیکھ جائے گا۔ اگر ایک بڑھے کھوسٹ کو وہ کلمات سکھانے لگو تو وہ بھی ان کو سیکھ

لے گا۔ ثَقِيلَتَانِ فِي الْبَيْزَانِ لیکن قیامت کے دن جب اعمال کا وزن ہو گا تو جس شخص کی نیکیوں کے پلڑے میں وہ ہوں گے وہ اسے بہت بھاری بنا دیں گے اور اُسے

دوسرے پلڑے سے نیچا کر دیں گے۔ وہ کلمے یہ ہیں سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ۔ یہ کتنا چھوٹا سا کلمہ ہے۔ اگر تم اپنے دو سالہ بچے کو یاد کرانا چاہو تو وہ بھی

اسے آسانی سے یاد کرے گا۔“

(خطبات محمود جلد 25 صفحہ 343)

سامعین! اس کے علاوہ بھی متعدد مواقع پر سُبْحَانَ اللَّهِ کے مبارک اور مقدس الفاظ بولے جاتے ہیں۔

جیسے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب ہم کسی بلندی پر چڑھتے، تو اللہ اکبر کہتے اور جب کسی نشیب میں اترتے تو سُبْحَانَ اللَّهِ کہتے تھے۔

(صحیح بخاری، کتاب الجہاد والسیر)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ سنت مبارکہ تھی کہ آپ کسی ٹیلہ یا بلندی پر چڑھتے تکبیر (اللہ اکبر) اور اترتے تسبیح (سُبْحَانَ اللَّهِ) پڑھا کرتے تھے۔ جیسے صحیح بخاری کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی غزوہ یا حج و عمرہ سے واپس ہوتے تو جب بھی کسی بلند جگہ کا چڑھاؤ ہوتا تو تین مرتبہ ”اللہ اکبر“ کہتے اور یہ دعا پڑھتے:

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْإِمْلَاقُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

(صحیح بخاری، باب ما يقول اذا رجع من الحج او العمرة أو الغزوة)

یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، ملک اسی کا ہے اور حمد اسی کے لئے ہے وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اسی طرح باجماعت نماز کے دوران کوئی غیر معمولی بات ہو جائے یا امام الصلوٰۃ کو اس کی غلطی کی طرف توجہ دلانی مقصود ہو تو اس کو توجہ دلانے کے لئے سُبْحَانَ اللَّهِ کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ ایک حدیث میں ہے۔

سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر پہنچی کہ بنی عمرو بن عوف کے لوگوں میں باہم کوئی جھگڑا پیدا ہو گیا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم چند صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ صلح کروانے کے لئے وہاں تشریف لے گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابھی مشغول ہی تھے کہ نماز کا وقت ہو گیا۔ اس لیے بلال رضی اللہ عنہ نے ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابھی تک تشریف نہیں لائے۔ ادھر نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ کیا آپ لوگوں کی امامت کریں گے؟ انہوں نے کہا کہ ہاں! اگر تم چاہو۔ چنانچہ بلال رضی اللہ عنہ نے تکبیر کہی اور ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر تکبیر تحریمہ کہی۔ اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی صفوں سے گزرتے ہوئے پہلی صف میں آکر کھڑے ہو گئے۔ لوگوں نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کو آگاہ کرنے کے لیے تالیاں بجانا شروع کر دیں۔ لیکن ابو بکر رضی اللہ عنہ نماز میں کسی طرف دھیان نہیں دیا کرتے تھے۔ جب لوگوں نے بہت تالیاں بجانیں تو آپ متوجہ ہوئے اور کیا دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ سے انہیں نماز پڑھاتے رہنے کے لیے کہا، اس پر ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ہاتھ اٹھا کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور اٹلے پاؤں پیچھے کی طرف آکر صف میں کھڑے ہو گئے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آگے بڑھ کر نماز پڑھائی۔ نماز کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لوگو! نماز میں کوئی ایک امر پیش آنے پر تم تالیاں کیوں مارنے لگے تھے، یہ تالیاں مارنا تو عورتوں کا کام ہے۔ جس کو نماز میں کوئی حادثہ پیش آئے تو سُبْحَانَ اللَّهِ کہے کیونکہ جب بھی کوئی سُبْحَانَ اللَّهِ سنے گا وہ ادھر خیال کرے گا اور اے ابو بکر! میرے اشارے کے باوجود تم لوگوں کو نماز کیوں نہیں پڑھاتے رہے؟ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ بھلا ابو قحافہ کے بیٹے کی کیا مجال تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے نماز پڑھائے۔

(صحیح بخاری، کتاب الصلوٰۃ)

سامعین! حضرت مصلح موعودؑ نماز میں سہو کے وقت سُبْحَانَ اللَّهِ کہنے کی حکمت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

”رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بنی عمرو بن عوف میں گئے تاکہ ان میں صلح کروائیں پس نماز کا وقت آگیا اور مؤذن حضرت ابو بکرؓ کے پاس آیا اور کہا کہ کیا آپ لوگوں کو نماز پڑھائیں گے؟ میں اقامت کہوں؟ آپ نے جواب دیا کہ ہاں۔ پھر حضرت ابو بکرؓ نماز کے لیے کھڑے ہوئے۔ اتنے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور لوگ نماز پڑھ رہے تھے۔ آپ صف چیرتے ہوئے آگے بڑھے اور پہلی صف میں جا کر کھڑے ہو گئے۔ جب آپ کی آمد کی اطلاع ہوئی تو لوگ تالیاں پیٹنے لگے (تا حضرت ابو بکرؓ کو معلوم ہو جائے) لیکن حضرت ابو بکرؓ نماز میں کسی دوسری طرف کچھ توجہ نہ فرماتے۔ جب تالیاں پیٹنا تطویل پکڑ گیا تو آپ متوجہ ہوئے اور معلوم کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی طرف اشارہ فرمایا کہ اپنی جگہ ٹھہرے رہو۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ نے اپنے ہاتھ اٹھائے اور اس عزت افزائی پر خدا تعالیٰ کا شکر یہ ادا کیا اور حمد کی۔ پھر آپ پیچھے ہٹ گئے اور صف میں مل گئے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھے اور نماز پڑھائی۔ سلام پھیرنے کے بعد فرمایا کہ اے ابو بکر! جب میں نے حکم دیا تھا تو پھر آپ کو کونسی چیز مانع ہوئی کہ نماز پڑھاتے رہتے۔ حضرت ابو بکرؓ نے جواب دیا کہ ابن ابی قحافہ کی کیا حیثیت تھی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے کھڑا ہو کر نماز پڑھاتا۔ پھر آپ نے (لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر) فرمایا کہ کیا وجہ ہے کہ میں نے دیکھا کہ تم لوگوں نے اس قدر تالیاں پیٹیں۔ جسے نماز میں کوئی حادثہ پیش آئے اسے چاہیے کہ سُبْحَانَ اللَّهِ کہے کیونکہ جب وہ سُبْحَانَ اللَّهِ کہے گا تو خود ہی اس کی طرف توجہ ہوگی اور تالیاں پیٹنا تو عورتوں کا کام ہے۔

اس حدیث سے اگرچہ اور بہت سے سبق ملتے ہیں لیکن اس جگہ مجھے صرف ایک امر کی طرف متوجہ کرنا ہے اور وہ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام عمر کی کوشش یہی تھی کہ جس طرح سے ہو سکے لوگوں کی زبان پر خدا کا نام جاری کیا جائے۔ خود تو جس طرح آپ ذکر میں مشغول رہتے اس کا حال میں بیان کر چکا ہوں مگر اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ ہر ایک کی زبان پر یہی لفظ دیکھنا چاہتے تھے۔

آپ کی آمد کی اطلاع دینے کے لیے اگر صحابہؓ نے تالیاں بجائیں تو یہ اُن کا ایک رواج تھا اور ہر ایک ملک میں اطلاع عام کے لیے یا متوجہ کرنے کے لیے لوگ تالیاں بجاتے ہیں۔ آج کل بھی جلسوں میں ایسا ہی ہوتا ہے کہ جب کسی لیکچرار کی کوئی بات زیادہ پسند آئے تو اس پر تالیاں پیٹتے ہیں تاکہ لوگوں کو توجہ پیدا ہو کہ یہ حصہ لیکچر خاص توجہ کے قابل ہے۔ پس تالیاں بجانا اس کام کے لیے رائج ہے لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یادِ الہی سے محبت دیکھو کہ آپ نے دیکھا کہ بعض دفعہ ضرورت تو ہوتی ہے کہ لوگوں کو کسی کام کی طرف متوجہ کیا جائے پھر کیوں نہ اسی ضرورت کے موقع پر بجائے اس بے معنی حرکت کے لوگوں کو اس طرف لگا دیا جائے کہ وہ اپنے خیالات اور جوشوں کے اظہار کے لیے بجائے تالیاں بجانے کے سُبْحَانَ اللہ کہہ دیا کریں۔ کم سے کم ایسے موقع پر ہی خدا کا ذکر ان کی زبان پر جاری ہو گا.....

یاد رکھنا چاہیے کہ انسان جب کبھی کسی شے کی طرف توجہ کرتا ہے یا اسے ناپسند کرنے کی وجہ سے یا پسندیدگی کے باعث۔ تو ان دونوں صورتوں میں سُبْحَانَ اللہ کے کلمہ کا استعمال نہایت با موقع اور با محل ہے۔ اگر کسی انسان کے کسی فعل کو ناپسند کرتا ہے تو سُبْحَانَ اللہ اس لیے کہتا ہے کہ آپ سے کوئی سہو ہوا ہے۔ سہو سے تو صرف خدا کی ہی ذات پاک ہے ورنہ ہر ایک انسان سے سہو ممکن ہے۔ اس مفہوم کو سمجھ کر آدمی اپنی غلطی پر متنبہ ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص کوئی عمدہ کام کر لے تو اس میں بھی سُبْحَانَ اللہ کہا جاتا ہے جس کی یہ غرض ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی تمام نقصوں سے پاک ہے اور جو کچھ اس نے پیدا کیا ہے اسے بھی پاک ہی پیدا کیا ہے۔ یہ کام جو کسی سے سرزد ہوا ہے یا یہ قول جو کسی کی زبان پر جاری ہوا ہے اپنی خوبی اور حسن میں خدا تعالیٰ کی پاکیزگی اور طہارت یاد دلاتا ہے جو تمام خوبیوں کا پیدا کرنے والا ہے۔“

(الفضل یکم اکتوبر 1913ء)

سامعین! اسی طرح ایک حدیث میں آتا ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ: جب لوگوں نے میری نسبت جو بیان کیا اور مجھے خبر نہ ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ پڑھنے کو کھڑے ہوئے اور تشہد پڑھا۔ اللہ کی تعریف کی اور اس کی صفت بیان کی جیسی اس کے لائق ہے پھر کہا: اما بعد! مشورہ دو! مجھ کو ان لوگوں کے بارے میں جنہوں نے تہمت لگائی میرے گھر والوں کو، اللہ کی قسم! میں تو اپنی گھر والی پر کوئی بُرائی کبھی نہیں جانی اور جس شخص سے انہوں نے تہمت لگائی اس کی بھی کوئی بُرائی میں نے کبھی نہیں دیکھی اور نہ وہ کبھی میرے گھر میں آیا مگر اسی وقت جب میں موجود تھا اور جب میں سفر میں گیا وہ بھی میرے ساتھ گیا اور بیان کیا سارا قصہ حدیث کا اس میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں آئے اور میری خادمہ سے حال پوچھا: اس نے کہا: اللہ کی قسم! میں نے عائشہ کا کوئی عیب نہیں دیکھا البتہ یہ عیب تو ہے کہ وہ سو جاتی ہیں پھر بکری آتی ہے اور ان کا آٹا کھا لیتی ہے یا خمیر کھا لیتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض اصحاب نے اسے جھڑکا اور کہا سچ کہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہاں تک کہ صاف کہہ دیا اس سے یہ واقعہ تہمت کا یا سخت سست کہا اس کو وہ کہنے لگی: سُبْحَانَ اللہ، اللہ کی قسم! میں تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ایسا جانتی ہوں جیسے سنا خالص سرخ سونے کی ڈلی کو جانتا ہے یعنی بے عیب یہ خبر اس مرد کو پہنچی جس سے تہمت کرتے تھے۔ وہ بولا: سُبْحَانَ اللہ، اللہ کی قسم! میں نے کسی عورت کا کپڑا کبھی نہیں کھولا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: وہ مرد اللہ کی راہ میں شہید ہوا۔ اس روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ تہمت کرنے والوں میں مسطح تھا اور حمنہ تھی اور حسان تھا اور منافق عبد اللہ بن ابی وہ تو کھود کھود کر اس بات کو نکالتا پھر اس کو اکٹھا کرتا اور وہی بانی مہابی تھا اور حمنہ بنت جحش۔

(صحیح مسلم، کتاب التوبہ)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ، سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى کے ذکر میں فرمایا۔

”اللہ تعالیٰ کے نزدیک ولی اللہ اور صاحب برکات وہی شخص ہے جس کو یہ جوش حاصل ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اس کا جلال ظاہر ہو۔ نماز میں جو سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ اور سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى کہا جاتا ہے وہ بھی خدا تعالیٰ کے جلال کے ظاہر ہونے کی تمنا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی ایسی عظمت ہو۔ جس کی نظیر نہ ہو۔ نماز میں تسبیح و تقدیس کرتے ہوئے یہی حالت ظاہر ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ترغیب دی ہے کہ طبعاً جوش کے ساتھ اپنے کاموں سے اور اپنی کوششوں سے دکھاوے کہ اس کی عظمت کے برخلاف کوئی شے مجھ پر غالب نہیں آسکتی۔ یہ بڑی عبادت ہے۔ جو لوگ اس کی مرضی کے مطابق جوش رکھتے ہیں۔ وہی موبد کہلاتے ہیں اور وہی برکتیں پاتے ہیں۔“

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 395 ایڈیشن 1984ء)

پھر فرمایا۔

”صحابہ کرام نے جو مذاق قرآن سے واقف تھے آیت کو سن کر اور لفظ خَلَّتْ کی تشریح فقرہ أَفَآئِنَ مَاتَ أَوْ قُتِلَ میں پا کر فی الفور اپنے پہلے خیال کو چھوڑ دیا۔ ہاں! ان کے دل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کی وجہ سے سخت غمناک اور چور ہو گئے اور ان کی جان گھٹ گئی اور حضرت عمر نے فرمایا کہ اس آیت کے سننے کے بعد میری یہ حالت ہو گئی کہ میرے جسم کو میرے پیراٹھا نہیں سکتے اور میں زمین پر گر اجاتا ہوں۔ سُبْحَانَ اللَّهِ کیسے سعید اور وقاف عند القرآن تھے کہ جب آیت میں غور کر کے سمجھ آ گیا کہ تمام گزشتہ نبی فوت ہو چکے ہیں تب بجز اس کے کہ رونا شروع کر دیا اور غم سے بھر گئے اور کچھ نہ کہا۔“

(تفسیر حضرت مسیح موعود جلد سوم صفحہ 230)

پھر حضور فرماتے ہیں۔

”غور سے دیکھنا چاہیے کہ جس حالت میں اللہ جلّ شانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام اول المسلمین رکھتا ہے اور تمام مطیعوں اور فرمانبرداروں کا سردار ٹھہراتا ہے اور سب سے پہلے امانت کو واپس دینے والا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قرار دیتا ہے تو پھر کیا بعد اس کے کسی قرآن کریم کے ماننے والے کو گنجائش ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اعلیٰ میں کسی طرح کی جرح کر سکے۔ خدا تعالیٰ نے آیت موصوفہ بالا میں اسلام کے لئے کئی مراتب رکھ کر سب مدارج سے اعلیٰ درجہ وہی ٹھہرایا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فطرت کو عنایت فرمایا۔ سُبْحَانَ اللَّهِ أَعْظَمَ شَأْنًا يَا رَسُولَ اللَّهِ

موسیٰ و عیسیٰ ہمہ خلیل تو اند
جملہ درین راہ طفیل تو اند۔“

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 163-164)

اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(کمپوزڈ: مسز بقعۃ النور عمران: جرمنی)

